قبہ وقبور پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث اور نجدی افعال کی مذہبی روشنی میں تحقیق

نام نہاد علمائے مدینہ کی تحریر پر مفصل تبصرہ یعنی

البیت المعمور فی عمارۃ القبور

آیۃ اللہ العظمٰی سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

{جنت البقیع}

یہی وہ تازہ برباد مقام ہے جس کے ماتم میں اس وقت ہندوستان کے مسلمان اشک فشاں ہیں اور درحقیقت یہ وہ مصیبت ہے جس نے اسلام کی عمارت میں ایک عظیم رخنہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب رسول، ازواج رسول، اولاد رسول، اقربائے رسول، ائمہ دین، ائمہ علم غرض ہر وہ گروہ جو اسلامی نظر سے معزز ہے اور جس کی عظمت مسلمانوں کے لوح دل پر نقش ہے مدفون ملے گا جن میں سے جلیل القدر افراد کی ایک مختصر فہرست میں پیش کروں گا۔

{بقیع کی آبادی}

۲رہجری سے شروع ہوتی ہے سب سے پہلے جن بزرگ کو رسالت مآبؐ نے اس مقبرہ میں دفن کیا وہ حضرت عثمان بن مظعون مخصوص صحابی اور دودھ شریک بھائی حضرت رسولؐ کے تھے یہ بزرگ مہاجرین میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کو خود رسالت مآبؐ نے اس مقام پر دفن کیا تھا چنانچہ امام شمس الدین ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں:

هو اوّل رجل مات بالمدینة من المهاجرین مات سنة اثنین من الهجره قیل توفی بعد اثنین وعشرین شهرا بعد شهوده بدرا وهو اوّل من دفن بالبقیع۔

یہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے مدینہ میں مہاجرین میں سے انتقال کیا آپ کی وفات ۲رہجری میں ہوئی تھی کہا جاتا ہے کہ جنگ بدر میں شرکت کے بائیس مہینہ کے بعد آپ کی وفات ہوئی اور یہ بقیع میں مدفون ہونے والے پہلے شخص ہیں۔

رسالت مآبؐ نے ان کے بقائے مزار میں یہ اہتمام کیا کہ جب دفن کر چکے تو اصحاب کو ایک پتھر کے لانیکا حکم دیا وہ پتھر اتنا بڑا تھا کہ کئی شخص اصحاب میں سے مل کے بھی اس کو اٹھا نہ سکے آخر خود حضرت رسولؐ نے اپنی آستینیں کہنیوں تک چڑھا کے اس پتھر کو اٹھایا اور لا کے قبر حضرت عثمان پر نصب کر دیا اور فرمایا کہ:

ذلک لا تعلم منه قبر اخی فادفن الیه من مات من اهل بیتی۔ (وفاء الوفا)

یہ پتھر اس لئے رکھتا ہوں کہ یہ میرے بھائی کی قبر پر علامت رہے تا کہ جو میرے اہلبیتؑ میں سے انتقال

کرے اس کو ان ہی کے پاس دفن کروں۔

اگر چہ اس حدیث سے ظاہر نظر میں صرف پتھر رکھنا ثابت ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو رسولؐ نے قبہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ علت جب منصوص ہوتو جہاں وہ علت پائی جائے حکم کا دامن اس کو شامل ہوگا رسالت مآبؐ نے پتھر رکھنے کا سبب یہ بتلایا کہ یہ علامت قبر ہے معلوم ہوا کہ اس کی ضرورت ہے کہ قبر پر کوئی علامت قرار دی جائے جس سے صاحب قبر کی شناسائی ہو ظاہر ہے کہ پتھر رکھنا اس فائدے کے لئے اتنا کافی نہیں جیسا کہ قبہ قائم کرنا پتھر کو ایک قوی اور زور آزما شخص اکھاڑ کر دوسری جگہ لے بھی جاسکتا ہے اور وہ منتقل ہوسکتا ہے اور ادھر منتقل ہوا اُدھر فائدہ مفقود لہٰذا اس غرض کے پورا کرنے کے لئے پتھر سے زیادہ قبہ مفید ہے اور جب پتھر رکھنے کا استحسان اس غرض کے لئے ثابت ہوا تو جو شئے اس غرض کو اس سے زیادہ پورا کرے اس کا استحسان بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا یہ پتھر اتنا اونچا تھا کہ صحیح بخاری میں اس کے متعلق ہے:

قال خارجة بن زيد رأيتني ونحن شبان في زمن عثمان وان اشدنا وثبة الذي يثب قبر عثمان بن مظعون حتى يجاوزه۔

خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے ساتھی کچھ نوجوان زمانۂ عثمان میں کھیلتے تھے تو ہم میں سب سے زیادہ جست اس کی سمجھی جاتی تھی جو عثمان بن مظعون کی قبر کو پھاند جائے۔

شارحین حتی یجاوزہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ من ارتفاعہ یعنی قبر عثمان بلند اتنی تھی کہ اس کو پھاندنا مشکل تھا اور رسالت مآبؐ اس قبر کی زیارت کو جایا کرتے تھے جیسا کہ امام جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں:

اعلم النبي صلى الله عليه وسلم على قبره بحجره وكان يزوره۔

حضرت رسولؐ نے ان کی قبر پر ایک پتھر کو علامت قرار دیا اور آپ ان کی قبر کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔

کہاں ہیں زیارت قبر کو قبر پرستی کہنے والے اب رسالت مآبؐ کے فعل سے زیارت قبور ثابت ہے اور اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ جس قبر کے نشان باقی رکھنے میں رسالتمآبؐ اتنا اہتمام کریں اس کو نجدی برباد کردیں اور اس کے احترام سے روکیں اور پھر دعوائے اسلام۔

ہیچ کافر نہ کند انچہ مسلماں کردند

یہ بزرگ اتنے جلیل القدر اور محترم تھے کہ رسالتمآبؐ نے ان کی لاش پر بوسہ دیا۔ دیکھو سنن امام ابن ماجہ۔

عن عائشة قالت قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم عثمان بن مظعون وهو ميت فكاني انظر الى دموعه تسيل على خدّيه۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے عثمان بن مظعون پر مرنے کے بعد بوسہ کیا اور اس وقت حضرت رسولؐ کے آنسو دونوں رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ تعظیم کی حیثیت سے بوسہ دینا شریعت وسنت رسولؐ سے ثابت نہیں اور اسی بنا پر قبر رسول کے بوسہ کو حرام کہتے ہیں ان کو آنکھیں کھول کے دیکھنا

چاہئے کہ رسالت مآبؐ کا لاش عثمان کو بوسہ دینا دو حال سے خالی نہیں یا بنظر تعظیم واحترام تھا اور یا بلحاظ محبت وداد ان میں سے جو بھی باعث ہو وہ تقبیل قبر میں بھی موجود ہے اس لئے کہ جو محبت کی کشش لاش کی طرف سے ہوتی ہے وہ ہی بعد وفات قبر کی جانب بھی ہوتی ہے اور جو احترام جسد میت کا ہے وہی سرایت کرتا ہے قبر کی طرف لہٰذا اگر محبت مجوّز تقبیل ہے تب بھی عاشقان قبر رسولؐ کے لئے قبر کو بوسہ دینا جائز ٹھہرے گا اور اگر تعظیم اس کا باعث ہے تو بھی رسول کا احترام نظر میں رکھنے والے کے لئے یہ مشروع ہوگا ان لوگوں کا ذکر نہیں جن کی نظر میں خود حضرت رسولؐ ہی کا وقار نہ ہو۔

ختم اللّٰہ علی قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوہ۔

{دوسری قبر}

جو بقیع میں بنی وہ حضرت ابراہیم پسر رسولؐ خدا کی تھی۔ یہ وہ جلیل المرتبہ ہستی تھی جس کے متعلق حضرت رسولؐ کا قول تھا:

لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیاً۔

اگر ابراہیم زندہ رہ جاتے تو صدیق اور نبی ہوتے۔

اس روایت کی امام احمد اور امام ابن ماجہ اور ابن عساکر نے تخریج کی ہے اور صاحب ینابیع المودۃ نے اس کو نقل کیا ہے رسالت مآبؐ نے ان کو عثمان بن مظعون کے قریب ہی دفن کیا اور اس قبر کا بھی نشان باقی رکھنے کے لئے ایک علامت آپ نے قائم کرادی دیکھو اسد الغابہ علامہ جزری۔

انّ الفضل بن عباس غسل ابراھیم ونزل فی قبرہ ھو واسامۃ بن زید وجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی شفیر القبر قال الزبیر ورش علی قبرہ ماء وعلم علی قبرہ بعلامۃ وھو اوّل قبر رش علیہ الماء۔

فضل بن عباس نے ابراہیم کو غسل دیا اور قبر میں ان کی فضل اور اسامہ بن زید اترے اور حضرت رسول لب قبر پر بیٹھے زبیر نے کہا ہے کہ حضرت رسولؐ نے اس قبر پر پانی چھڑکا اور ایک علامت قبر پر بنادی اور یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی چھڑکا گیا۔

معلوم ہوا کہ یہ بھی قبر ان ہی قبروں میں سے ہے جن کا نشان باقی رہنا رسولؐ کو مطلوب تھا اور نشان باقی رکھنے کا اعلیٰ ذریعہ قبہ ہے اور قبہ کو گرا کے قبر کو بے نشان کردینا (جیسا کہ ابن سعود نے کیا ہے) یقینا حضرت رسالت مآبؐ کے خلاف مطلوب ہے اس کے بعد سے برابر منتسبین رسولؐ کی قبریں یہاں بنتی رہیں جن میں سے جلیل القدر افراد کی مختصر فہرست یہ ہے:

{ا۔امّہات المومنین}

یعنی ازواج رسولؐ کی قبریں اسی بقیع میں تھیں چنانچہ وقت وفات حضرت ام المومنین عائشہ نے فرمایا کہ مجھ کو وہیں بقیع میں دفن کرنا جہاں میری اور بہنیں (ازواج رسولؐ) دفن ہوئی ہیں چنانچہ اسی وصیت کی بنا پر حضرت عائشہ بھی جنت البقیع میں دفن ہوئیں اور ازواج رسولؐ کا احترام ہر فرد امت رسولؐ کا اسلامی فرض ہے اور اسی احترام کی تصویر کشی کرنے کے لئے آیت کا یہ ارشاد ہوا ہے کہ: **وازواجہ امّھاتھم۔** ازواج رسولؐ مادر مومنین ہیں یعنی جس

طرح ماں کا احترام نظر عرف وشرع میں ضروری ہے ویسے ہی ازواج رسول کا احترام بھی ضروری ہے لہٰذا قبۂ قبور کو کھود کے ازواج رسولؐ کی توہین کرنا یقیناً تمام مسلمانان عالم کی توہین ہے اس حیثیت سے کہ ان کی ماؤں کی قبریں کھودی گئیں۔

{۲۔اصحاب رسولؐ}

اصحاب میں سے اکثر افراد اسی بقیع میں دفن ہیں۔
حضرت عبدالرحمن بن عوف جو عشرۂ مبشرہ کی ایک فرد تھے ان کی قبر بھی عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس تھی۔ (دیکھو ریاض نضرہ فی فضائل العشرہ کی عبارت جو ہم سابقاً درج کر چکے ہیں)
حضرت عبداللہ بن مسعود جامع ومفسر قرآن ان کی قبر بھی اسی بقیع میں تھی۔ (جذب القلوب)

{۳۔اقربائے رسولؐ}

اقربائے رسولؐ میں سے **حضرت عقیل ابن ابوطالب** جن سے حضرت رسولؐ کو خاص محبت تھی۔ (جیسا کہ سابقاً عمدۃ الطالب کی عبارت میں گذر چکا) اور ان کے قبۂ قبر کے متعلق محدث شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''در استجابت دعا نزد آں اثرے آمدہ۔'' افسوس ایسے محترم ومعزز قبہ کو اہل نجد نے مسمار کر دیا۔ دوسرے **حضرت عباس بن عبدالمطلب** جن کی جلالت قدر کی یہ حالت تھی کہ جب قحط ہوتا تھا تو خداوند عالم سے لوگ ان کے وسیلہ سے طلب باراں کرتے تھے۔
علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں:

استسقی عمر بن الخطاب بالعباس رضی اللّٰہ عنهما عام الرمادة لما اشتدّ القحط فسقاهم اللّٰہ تعالی به واخصبت الارض فقال عمرهذا واللّٰہ الوسیلة الی اللّٰہ والمکان منه وقال حسان بن ثابتؓ

سأل الانام وقد تتابع جد بنا
فسقی الغمام بعزة العباس
عم النبی وصنو والده الذی
ورث النبی بذٰلک دون الناس
احي الاله به البلاد فاصبحت مخضرة الاجناب بعد الیاس ولما سقی الناس طفقوا یتمسحون بالعباس ویقولون هنیئا لک ساقی الحرمین وکان الصحابة یعرفون للعباس فضله ویقدمونه ویشاورونه ویاخذون برایه وکفی شرفا وفضلا انه کان یغری النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لما مات ولم یخلف من عصابته اقرب منه۔

جس سال مدینہ میں قحط پڑا ہے حضرت عمر نے عباس کے وسیلہ سے طلب باراں کیا تو خدا نے ان کی جہت سے سیراب کیا اور زمین سرسبز وشاداب ہوگئی حضرت عمر نے فرمایا کہ یہی بخدا خدا کی جناب میں وسیلہ وذریعہ ہیں اور حسان بن ثابت نے اسی واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں: دنیا نے خدا سے سوال کیا، جب قحط سالی کی تابڑ توڑ سختی ہوتی گئی مگر ابر برسا تو عباس کے چہرہ کی طلعت سے، وہ رسول کے چچا اور ان کے والد بزرگوار کے سگے بھائی وہی رسولؐ کے اس قرابت کی وجہ وارث ہیں نہ اور لوگ، خدا نے ان کی خاطر زمین کو زندہ کر دیا اب وہ سرسبز وشاداب ہوگئی

بعد اس کے کہ سخت خشک سالی تھی۔ جب بارش ہو چکی تو تمام لوگ حضرت عباس سے تمسح کرتے تھے (ہاتھوں کو مس کرتے تھے) اور کہتے تھے مبارک ہو آپ کو اے حرمین کے سیراب کرنے والے اور تمام صحابہ حضرت عباس کے فضل کے شناسا تھے اور ان کو مقدم سمجھتے تھے اور ان سے مشورہ لیتے تھے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے اور ان کی شرف و منزلت میں یہ بات کافی ہے کہ ان کو رسول کا پرسا دیا جاتا تھا اور حضرت نے اپنے پدری رشتہ داروں میں کوئی ان سے زیادہ قریب نہیں چھوڑا تھا۔

ایسی جلیل المنزلت اور مقرب بارگاہ احدیت ہستی کے بھی مزار اقدس کو نجدیوں نے بے نشان کر دیا لعنھم اللہ۔

{۴۔ حضرت رقیہ}

حضرت رقیہ بنت النبی اسی مقبرہ میں محو آرام ہیں۔ (دیکھو جذب القلوب شیخ عبدالحق)

{۵۔ حضرت سیدۃ نساء العالمین}

حضرت سیدۃ نساء العالمین خاتون جنت انسیہ حوراء فاطمۂ زہراء صلوات اللہ وسلامہ علیہا کون مسلمان ہے جو ان معظّمہ کے احترام میں شک کر سکے بعض علمائے اہل اسلام تو مریم و آسیہ سے افضلیت کے قائل ہیں۔ (دیکھو شرح صحیح بخاری کی عبارت جو سابق میں گذر چکی) جلالت قدر کی یہ انتہا ہے کہ خود حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے:

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت مارأیت احدا کان اشبه سمتا وهدیا ودلا وفی روایة حدیثا وکلاما برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من فاطمة کان اذا دخلت علیه قام ابیها فاخذ بیدها فتقبلها واجلسها فی مجلسه۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو فاطمہ زہراء سے زیادہ مشابہ صورت وسیرت میں حضرت رسولؐ سے نہیں پایا اور حضرت رسولؐ کے پاس جب فاطمہ زہراء آتی تھیں تو حضرت کھڑے ہو جاتے تھے اور ہاتھوں کو لے کے بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔

افسوس ہے کہ ان معصومہ نے مدت حیات بھر سے مصائب اٹھائے کہ خود فرماتی تھیں ؎

صبّت علیّ مصائب لو انّها
صبّت علی الایّام صرن لیا لیا

اور قبر میں آرام کرنے کے بعد بھی چین نہ ملا اور ظالم نجدیوں نے آپ کی قبر کو نشانۂ ظلم وستم بنایا۔

{قبر سیدۂ عالم کے متعلق ایک شبہہ کا دفعیہ}

اخبار زمین دار کی اشاعت ۱۶/جون ۱۹۲۶ء میں جنت البقیع کی بربادی کے متعلق مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب فرنگی محلی کی ایک تحریر کا جواب دیتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

''ہم مولانا قطب الدین عبدالوالی سے صرف اس قدر استفسار کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جسد اطہر جنت البقیع میں مدفون ہے یا حضور سرور کون ومکاں کے پائنتی خود گنبد خضرا

کے شمالی گوشہ میں محو آرام ہے حضرت فاطمہ زہراءؑ اگر فی الحقیقت مقام ثانی الذکر ہی میں سپرد خاک کی گئیں تو پھر جنت البقیع والا مقبرہ کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا اور اس کے انہدام پر آنسو بہانا لا حاصل ہے۔''

مقصود اخبار مذکور کا یہ ہے کہ جناب سیدۂ عالم کا مزار جنت البقیع میں تھا ہی نہیں لیکن اگر جمہور علمائے اسلام کی کتابوں کا تتبع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جناب سیدہ کا مزار اقدس جنت البقیع ہی میں ہے نہ اور کسی جگہ یوں فی الجملہ اختلاف سے تو کوئی مسئلہ مشکل سے خالی ملے گا مگر دیکھنا یہ چاہئے کہ اکثر علماء نے کس قول کو اختیار کیا ہے اس وقت اجمالاً بعض علماء کے تصریحات ہدیۂ ناظرین ہیں:

(۱) جلیل القدر عالم شیخ مومن شبلنجی اپنی کتاب نور الابصار میں لکھتے ہیں:

توفیت رضی اللّٰہ عنہا لیلۃ الثلاثا لثلاث خلون فمن شھر رمضان سنۃ احدی عشرۃ وھی بنت ثمان وعشرین سنۃ ودفنت بالبقیع لیلا وصلّی علیھا علیؑ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ونزل فی قبرھا ھو وعلی والفضل بن عباس۔

ان معظّمہ نے شب سہ شنبہ ۳ ماہ رمضان کو ۱۱ھ میں انتقال کیا اور آپ کا سن اس وقت اٹھائیس سال تھا اور بقیع میں شب کے وقت دفن ہوئیں اور امیر المومنین حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھی اور کسی نے کہا ہے کہ حضرت عباس نے نماز پڑھی تھی اور قبر میں حضرت علیؑ اور عباس اور فضل اترے تھے۔

اور اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ روزانہ قبر جناب سیدہ کی زیارت کو آیا کرتے تھے اور ایک دن جو قبر پر آئے تو قبر سے لپٹ گئے اور یہ چند شعر پڑھے ؎

مالی مررت علی القبور مسلما
قبر الحبیب فلم یردّ جوابی
یا قبر ما لک لا تجیب منادیا
امللت بعدی خلّۃ الاحباب

یہ کیا ہے کہ میں گورستان میں گذرتا ہوں مزار دوست پر سلام کرتا ہوا مگر میرا جواب بھی نہیں ملتا، اے قبر یہ کیا ہے کہ تجھ سے کسی پکارنے والے کا جواب نہیں آتا کیا روابط محبت منقطع ہو گئے ہیں۔

اس آواز پر ایک ہاتف غیبی نے یوں جواب دیا:

قال الحبیب وکیف لی بجوابکم
وانا رھین جنادل وتراب
اکل التراب محاسنی فنسیتکم
وحجبت عن اھلی وعن اترابی
فعلیکم منی السّلام تقطعت
منی ومنکم خلۃ الاحباب

سنو! حبیب صادق کی زبان حال کہتی ہے کہ میں تمہارا جواب کیونکر دوں باوجودیکہ میں خاک کے انبار کے نیچے ہوں، مٹی نے میرے حسن و جمال کو مٹا دیا لہٰذا میرے دل سے تمہاری یاد گویا جاتی رہی اور میری نظر سے میرے اقربا اوجھل ہو گئے۔ اچھا تو پھر تمہیں بھی میرا سلام پہنچے اب سلسلۂ محبت میرے تمہارے درمیان میں ٹوٹ گیا ہے۔

یہ پورا واقعہ باوجود طویل ہونے کے اس لئے نقل کیا گیا کہ اس سے، پہلے تو زیارت قبر کی مشروعیت ثابت ہے دوسرے قبر جناب سیدہ کی زیارت امیر المومنین علی بن ابی طالب کیا کرتے تھے جس کی زیارت سے آج ابن سعود نے نشان قبر مٹا کے روک دیا۔

(۲) علامہ شیخ محمد الصبان اسعاف الراغبین میں بذیل تذکرۂ امام حسنؑ تحریر کرتے ہیں:

مات سنة خمسين علی ما علیه الاکثر و قیل سنة تسع و اربعین و رحجه بعضهم و قیل غیر ذلک و دفن بالبقیع فی جنب امّه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما۔

۵۰ھ میں وفات پائی جیسا کہ اکثر کا قول ہے اور بعض نے ۴۹ھ کہا ہے اور کچھ لوگوں نے اسی کو ترجیح دی ہے اور کسی نے کچھ اور کہا ہے اور حضرت حسنؑ بقیع میں اپنی والدۂ ماجدہ (سیدۂ عالم) کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۳) مورخ مشہور ابوالعباس احمد بن یوسف دمشقی بھی تاریخ اخبار الدول و آثار الدول میں بذیل تذکرۂ امام حسنؑ لکھتے ہیں: **دفن بالبقیع الی جنب امّه۔** امام حسنؑ بقیع میں اپنی مادر گرامی (حضرت زہراء) کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۴) سیرت نبی کی مشہور کتاب انسان العیون میں ہے:

رضی بدفنه بالبقیع فدفن بجانب امّه رضی اللّٰہ عنهما۔

امام حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو بقیع میں دفن کرنے پر راضی ہوگئے پس وہ حضرت اپنی ماں (حضرت سیدہ) کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۵) محدث شیخ عبدالحق دہلوی نے **''جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب''** میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کے بہت سے شواہد کا تذکرہ کیا ہے۔

(۶) مولانا سید صدرالدین احمد بوہاری نے رواتح المصطفیٰ میں حضرت سیدہ کے حالات میں لکھا ہے: ''در قبر او اختلاف است بالقطع ہیچ کس را معلوم نیست ارجح اقوال در جنۃ البقیع نزد قبر امام حسنؑ بودہ است۔'' بنظر اختصار ان چند تصریحات پر اکتفا کی جاتی ہے اگر تتبع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جمہور علمائے اہل اسلام کے تصریحات اسی قول کے متعلق ہیں اور دوسرا قول شاذ ہے ایسی صورت میں اخبار زمیندار کا یہ شبہہ سوائے اس کے کہ غلط فہمی پھیلانے کے لئے ہوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

{۶۔ حضرت سبط الرسول}

حضرت سبط الرسول امام حسنؑ کی قبر اسی جنت البقیع میں تھی یہ جناب باجماع مسلمین خلیفۃ الرسول ہیں اور علامہ ابن حجر کا قول مشہور ہے کہ: **انّ الحسن کان یطالع اللوح المحفوظ فی صغر سنه۔** امام حسنؑ بچپنے ہی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔

تمام کتب اہلسنّت فضائل سے مملو ہیں صحاح ستہ

کے صفحات میں احادیث فضائل جگہ لئے ہوئے ہیں۔

{۷۔امام زین العابدین}

حضرت سید الساجدین **امام زین العابدین علی بن الحسین** علیہ السلام فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا نجاری میں ہے:

قال الزّهری مارأیت قریشا افضل من علی بن الحسین رضی اللّٰہ عنهما وروی نحوہ جماعة من سلف منهم سعید بن المسیب وقال بلغنی انه کان یصلّی فی الیوم واللّیلة الف رکعة الی ان توفیٰ وسمّی زین العابدین لکثرة عبادته۔

زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی قرشی علی بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا اور ایسا ہی سلف کی ایک جماعت نے کہ جن میں سعید بن المسیب ہیں روایت کی ہے اور سعید کا قول ہے کہ حضرت شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ وفات پائی اور کثرت عبادت سے آپ کا لقب زین العابدین ہوا۔

{۸۔امام محمد بن علی}

حضرت باقر علوم الاوّلین والآخرین **امام محمد بن علی** علیہما السلام۔ جلالت قدر کی انتہا یہ ہے کہ حضرت رسول نے جابر کی زبانی سلام کہلا بھیجا تھا چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:

ابن المدینی والطبرانی رویا عن جابر بن عبداللّٰہ الانصاری انه قال للامام الباقر علیہ السلام وهو صغیر انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم یسلّم علیک فقیل له وکیف ذلک قال کنت جالسا عنده والحسین فی حجره وهو یقبّله فقال یا جابر یولد للحسین مولود اسمه علی واذا کان یوم القیامة نادی مناد لیقم زین العابدین فیقوم علی بن الحسین ثم یولد لعلی ولد اسمه محمد فان ادرکتها فاقرأمنی السّلام۔

{۹۔امام جعفر بن محمد}

حضرت صادق آل محمد **امام جعفر بن محمد**۔ مسلمین متفق الکلمہ اور ہم آواز ہیں علوم مرتبہ اور فضیلت میں عمر ابن المقدام کا قول ہے: **کنت اذا نظرت الی جعفر بن محمد علمت انه من سلالة النبیین** (دیکھو روائح المصطفیٰ) اور مقتدائے صوفیہ فرید الدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں: ''اگر صفت اوتنہا گویم بزبان وعبارت من راست نیاید کہ در جمیع علوم و اشارات بے تکلف بکمال بود قدوۂ جملہ مشائخ بود و اعتماد ہمہ بروے بود و مقتدائے مطلق بود ہم الہیان را شیخ بود و ہم محمدیان را امام و ہم اہل ذوق را پیشرو بود و ہم اہل عشق را پیشوا و ہم عباد را مقدم بود و ہم زہاد را مکرم ہم صاحب تصنیف حقائق بود و در لطائف تفسیر و اسرار تنزیل بے نظیر بود۔''

یہ تمام ائمۂ اہلبیت ایک ہی قبہ کے اندر محو آرام تھے اور اس قبۂ شریفہ کو ظالم ابن سعود نے تباہ و برباد کر دیا۔

(جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)